دور حاضر میں انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

*بدر الدین

**حماد الدین

ABSTRACT

Extremism has been defined as a quality of human beings contrary to patience, tolerance and moderation which are the qualities universally recognized as hall mark of a decent and reasonable person: Islamic teachings are so clear and manifest in this regard, that its very little literally means, peace.

According to Quran, Islam is a faith of moderation and Muslims are demanded to be patient and to exercise self control in the state of anger.

Prophet Muhammad (P.B.U.H) demonstrated extra ordinary compassion, understanding & forgiveness in dealing with all human beings including his arch-enemies, and persecutors.

The paper describes in detail the teachings of Quran and the Prophet (P.B.U.H) in relation to intolerance and extremism and conclusively argues that the moderation is the hall-mark of the teachings of Prophet (P.B.U.H).

Keywords: Extremism, Moderation, Islamic Teachings, Muslims.

انتہا پسندی کی ضد اعتدال پسندی اور حلم ہے۔ جس کا مطلب ہی یہی ہے کہ انتقام کی قدرت ہونے کے باوجود کسی ناگوار خلاف مرضی یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کرلینا۔ غیظ و غضب کے موقع پر غصہ پی جانا۔ آپے سے باہر نہ ہونا، طیش میں نہ آنا اور اپنے نفس و طبیعت کو قابو میں رکھنا۔[1]

انسان کے باطنی کمالات اخلاق عالیہ اور اوصاف حسنہ میں یہ ایسا عمدہ اور بلند ترین وصف ہے جو ایک تو اللہ کریم کو بہت پسند ہے، دوسرے اخروی ثواب و درجات کے علاوہ بے شمار دینوی / معاشرتی برکات اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے[2] یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ اور تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں اس کے بڑے فضائل اور تاکید بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کی قدرے[3] تفصیل انشاء اللہ آگے آرہی ہے۔

---

*ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، استاد، شعبہ عربی، فیڈرل اردو یونیورسٹی بابائے اردو عبد الحق کیمپس کراچی

**طالبعلم، پی ایچ ڈی، شعبہ بین الاقوامی تعلقات، جامعہ اردو، کراچی برقی پتا: hafizhammaduddin@hotmail.com

تاریخ موصولہ: ۲۰/۲/۲۰۱۷ء

اس کے برعکس خدانخواستہ اگر کسی انسان میں قوت برداشت کا مادہ نہ ہو تو فطری وجبلی طور پر نہ وہ اس کے اکتساب کی کوشش کرے تو گویا وہ ہر قسم کی خیر سے محروم ہے۔[۳]

یہ انتہا پسندی جہاں ایک زبردست اخلاقی عیب ہے[۴] وہاں بے شمار اخلاقی خرابیوں اور معاشرتی مفاسد کی جڑ بھی ہے۔ جس کے نتیجے میں صرف اسی انسان کو نہیں بلکہ بسا اوقات پورے ملک و قوم اور سارے انسانی معاشرے کو مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ انتہاء پسندی کے بھیانک نتائج جو لوگوں کو بھگتنے پڑے ان سے انسانی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اس مختصر مقالہ میں احاطہ مشکل ہے مگر نمونے کے لیے چند نظائر پیش خدمت ہیں۔

ہمارے بعض شہروں بالخصوص دیہاتوں میں جدی پشتی خاندانی عداوتیں، لڑائیاں جھگڑے اور مستقل مقدمہ بازی کی معاشرتی بیماریاں اکثر معمولی اور چھوٹی باتوں کو برداشت نہ کر سکنے کا ہی ہوشربا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح سے اسی میدان میں اب تک کسی حکومت کا اپنی آئینی مدت پوری نہ کر سکنا۔ متعدد حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کا تماشہ آزادی کے بعد جمہوریت کے بجائے زیادہ تر عرصہ مارشل لا کی نذر ہو جانا مشرقی پاکستان کی علیحدگی، متعدد سیاستدانوں کا قتل، اسمبلیوں کے اجلاس کے دوران معزز ارکان اسمبلی کا باہم دست و گریباں اور گتھم گتھا ہونے اور گالی گلوچ سے پارلیمنٹ جیسے باوقار ادارے کا مچھلی منڈی کا منظر پیش کرنا، ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کرنا، حزب اختلاف کا بہر کیف اور بہر صورت حزب اقتدار سے مخالفت کرنا، حکومت کو گرانے کے لیے اپوزیشن کا ہمیشہ سازشیں کرتے رہنا اور ہر ممکن حربہ استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ انتہاء پسندی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ سیاسی اعتبار سے اگر ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور حصول اقتدار کے لیے اپنی باری کا انتظار کرنے کا جذبہ ہوتا تو یقیناً اندرون ملک اور بیرون ملک استحکام کی صورت حال آج سے کہیں بہتر ہوتی۔

علاوہ ازیں مذہب مسلک اور دین کے حوالے سے وطن عزیز میں انتہاء پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان نے جو افسوسناک الم ناک بھیانک اور تباہ کن صورت حال اختیار کر رکھی ہے اس کو دیکھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہمارا دین اسلام سے، العیاذ باللہ کوئی تعلق ہی نہیں، کیوں کہ اسلام تو بڑے سے بڑے مخالف اور غیر مسلم کو بھی نہ صرف برداشت کرنے بلکہ اس کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ ہر فرقہ کی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد ہے، جن جزوی و فروعی مسائل اور معاملات کی شریعت میں کوئی بنیادی حیثیت نہیں، ان کی بنیاد پر مستقل مذہبی گروہوں کا وجود، اپنے اپنے مسلک کے حوالے سے مختلف سپاہیوں، تحریکوں، تنظیموں اور جمیعتوں کی تشکیل، بندوق کلاشنکوف کے زور پر اپنے نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی مذموم کوششیں، مختلف نظریہ کے حامل حضرات کی عبادت گاہوں کے اندر نماز اور عبادت و تسبیح میں مصروف لوگوں پر حملے اور بم دھماکے افسوس ناک ہیں۔ جب کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ:

"ہر نیک اور گناہ گار مسلمان کے پیچھے (باجماعت) نماز پڑھنا تمہارے اوپر واجب ہے"۔[۵]

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

"ہر کلمہ گو (اور نیک و فاجر) مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لو"۔[۶]

اسی طرح ایک مسلک کے لوگوں کا دوسرے مسلک کے حامل لوگوں کو اپنی مسجد (جو اصلاً سارے مسلمانوں کی مشترکہ عبادت گاہ ہوتی ہے،) میں داخل نہ ہونے دینا، جب کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین تک کو مسجد کے اندر ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی فقیہہ اور مفسر علامہ جصاص رازی آیت: انما المشرکون نجس الخ[۷] کے تحت لکھا ہے:

"ان مواضع (مساجد) میں اہل ذمہ کا داخلہ ممنوع نہیں ہے"۔[۸]

اور اپنے اس خیال یا رائے کی تائید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفد قیس کو مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرانے اور حضرت ابو سفیانؓ کے حالت کفر میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوتے رہنے سے استدلال کیا ہے۔[۹]

پھر سب سے بڑھ کر متشدد و مذہبی لوگوں کا یہ عجیب رویہ ہے جسے اپنے تراشیدہ یا اپنے سمجھے ہوئے اسلام کے راستے سے ذرا ہٹا ہوا پایا، اس پر جھٹ کفر کا فتویٰ جڑ دینا اور اس میں اتنی شدت یا غلو اختیار کرنا کہ جسے کافر قرار دیا گیا ہے اسے اگر کوئی کافر نہ مانے تو وہ بھی کافر۔ یہ سب کچھ انتہاء پسندی ہی کا کرشمہ اور شاخسانہ ہے۔ ورنہ جو اسلام کافروں، مشرکوں اور منافقوں تک کے ساتھ ملاطفت "نرمی" حسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ کرتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ ان لوگوں کے حق میں مجسم قہر و جلال اور شمشیر براں بن جائے جو اپنے اسلام اور اسلامیت کے معترف اور مقر ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا واضح حکم ہے:

"اور جو کوئی تمہیں (مسلمانوں کا سا) سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو"۔[۱۰]

آیت ہٰذا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا یہ اصول ہے کہ فیصلہ ظاہر پر ہو گا باطن پر نہیں۔ کسی مسلمان کو جذبات اور اشتعال میں آکر کافر قرار دے دینا نازک معاملہ ہے۔ چنانچہ ہمارے فقہاء کرام نے اس معاملے میں حد درجہ احتیاط برتتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ:

"اگر کسی مسئلہ یا آدمی میں ننانوے (۹۹) وجوہ کفر کے پائے جائیں اور ایک احتمال اسلام کا موید ہو تو مفتی اور قاضی کے لیے اول بلکہ لازم ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس پر کفر کا فتویٰ نہ لگائے"۔[۱۱]

انتہاء پسندی کا بین الاقوامی رجحان:

جہاں تک انتہاء پسندی کے بین الاقوامی رجحان کا تعلق ہے تو موجودہ صورت حال دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ بڑے ممالک اور بڑی طاقتیں بطور خاص اس اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں۔ جو اپنے ارد گرد چھوٹے ممالک، چھوٹی ریاستوں، اقلیتوں اور کمزور ممالک کے ساتھ اعتدال پسندی برتنے کے لیے تیار نہیں۔ اصولی اور عقلی طور پر تو یہ ہونا چاہئے کہ جس کا پیٹ پہلے ہی بھرا ہوا ہے وہ کسی غریب سے کیوں لقمہ چھیننا اور اس کے حق زندگی کو سلب کرنا چاہتا ہے؟ حالانکہ حق زندگی اور شخصی آزادی کا حق تو ہر انسان کو قدرت کی طرف سے دیا گیا ہے۔ جسے انگلستان کے میگنا کارٹ اور اقوام متحدہ کے عالمی منشور حقوق انسانی کے اندر بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ ایک کام بڑی طاقت کرے تو جائز اور اگر وہی کام کوئی چھوٹا ملک کرے تو ناجائز اور عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو جائے، جیسا کہ چند برس پیشتر پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کرنے کے وقت ہوا۔ بڑی اور ایٹمی طاقتوں نے پاکستان کو اس جرم سے باز رکھنے کے لیے جتنا دباؤ ڈالا وہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ اور موجودہ حالات میں ہمارے ملک کے نامور ایٹمی سائنسدانوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک ہو رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ظاہر ہے یہ طاقت کا نشہ اور انتہاء پسندی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہر بڑی طاقت اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے چھوٹے ممالک اور ریاستوں میں بے جا مداخلت کرنے کی بجائے انہیں عام انسانی حقوق کے تحت جینے اور آزادی کا حق دے دے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ اس وقت کشمیر کا مسئلہ ہو، افغانستان کا مسئلہ ہو، فلسطین کا مسئلہ ہو، عراق کا مسئلہ ہو، (اب جبکہ عراق پر ایک بڑی طاقت کا قبضہ ہو چکا ہے اور وہاں ہزاروں بے گناہ انسان بے دردی سے قتل کیے جا چکے ہیں اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے) یا کوسووو کا مسئلہ ہو، جن میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ اور وہاں کا امن تباہ ہو چکا ہے۔ یہ سب مسائل انتہاء پسندی کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ اگر دنیا میں "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کیا جائے تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہے۔

اعتدال پسندی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں جہاں تک تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے تو یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس باطنی صفت حسنہ اور اخلاقی کمال کے اتنے فضائل و برکات ہیں اور اس کو اختیار کرنے کی اتنی تاکید آئی ہے کہ قرآن و سنت اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اس سلسلے میں جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں اور اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں حلم و اعتدال پسندی کا ایسا سراپا اور مجسمہ نظر آتے ہیں جس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں دکھائی نہیں دیتی۔

ہم یہاں بڑے اختصار کے ساتھ اعتدال پسندی کے سلسلے میں پہلے چند نظائر تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے چند آبدار موتی پیش کرنے کی سعادت حاصل

کریں گے۔ کسی بڑے سے بڑے محقق کی طاقت نہیں کہ وہ سرور دو جہاں فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ اور صفات حسنہ کو کماحقہ بیان کر سکے۔ یہ مقام عجز ہے۔ اس مقام میں زبانیں گنگ، قلم ساکت، فکر مختل اور عقلیں حیران ہیں۔

بہر کیف اخلاق کی سب سے بھاری اور دشوار ترین تعلیم جو اکثر نفوس پر نہایت شاق گزرتی ہے وہ عفوو درگزر، ضبط نفس، تحمل اور اعتدال کی ہے۔ لیکن اسلام نے اس سنگلاخ زمین کو بھی نہایت آسانی سے طے کیا ہے، سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں شرک اور بت پرستی سے کتنی شدید نفرت ظاہر کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت و جلالت کا کتنا اعلیٰ اور ناقابل تبدیل تصور اس نے پیش کیا ہے، جو خاص اسلام کا امتیازی حصہ ہے تاہم مسلمانوں کو یہ تاکید کی جاتی ہے کہ جوش عقیدت یا غلو میں آکر کوئی شخص مذاہب باطلہ کے معبودوں کے لیے کوئی نازیبا اور نامناسب الفاظ استعمال نہ کرے۔ چنانچہ حکم الٰہی ہے: "اور جن کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ وہ اللہ کو بے ادبی سے نادانستہ برا کہہ بیٹھیں"۔[۱۲]

لوگوں کے ساتھ تسامح اور تحمل واعتدال پسندی کی یہ کتنی انتہائی تعلیم ہے کہ پیغمبر رحمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ کفار اور مشرکین کے ظلم وستم اور گالی گلوچ پر صبر کرو اور ان کو معاف کرو اور اسی کی پیروی کا حکم عام مسلمانوں کو بھی ہو رہا ہے۔ معاف کرنے کی خو پکڑو اور نیک کام کا کہہ اور جاہلوں سے کنارہ کر، اور اگر تجھ کو شیطان کی کوئی چھیڑ چھاڑ ابھارے یعنی غصہ آجائے، تو اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑ وہ سنتا جانتا ہے۔[۱۳] ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اتری تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے اس کی تاویل (تفسیر) پوچھی تو انہوں نے عرض کے االلہ کریم کے پاس جا کر پوچھتا ہوں، چنانچہ واپس آکر حضرت جبریل امین نے بتایا کہ اس آیت میں اللہ کریم حکم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتے رہیں، جو تعلقات کو جوڑتے ہیں اور اس سے بھی جو توڑنے کی کوشش کرے، اور اس کو بھی عطا کریں جو آپ ﷺ کو محروم کر دے اور جو آدمی آپ سے زیادتی کرے اس سے بھی درگزر فرماتے رہیں۔[۱۴]

یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں جن کے حدیث میں بڑے فضائل بیان فرمائے گئے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔[۱۵]

اہل اسلام کو ترغیب وتشویق دلانے کے لیے اللہ کریم نے اہل جنت متقی لوگوں کے اوصاف حسنہ بتاتے ہوئے ایک کمال وصف اور اخلاقی خوبی یہ بھی بیان فرمائی کہ: "وہ غصے کے ضبط کرنے (پی جانے) والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں"۔[۱۶]

اس آیت کریمہ کی تفسیر اور معنوی تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں تاہم مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ کا مختصر سا تفسیری نوٹ ضروری وضاحت کے لیے کافی ہے۔ مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"کظم کہتے ہیں غصہ کے ضبط کر جانے کو۔ تو یہ لوگ وہ ہوئے جو غصہ سے مغلوب نہیں ہوجاتے بلکہ اس سے مقابلہ کر کے اسے زیر کر لیتے ہیں اور اپنے اوپر قابو رکھتے ہیں۔ بعض اہل تحقیق نے یہ خوب لکھا ہے کہ یہاں "فاقدین الغیظ" ارشاد نہیں ہوا ہے۔ یعنی مدح اس چیز کی نہیں آئی ہے کہ غصہ سرے سے آتا ہی نہ ہو، بلکہ جس کو غصہ آئے اسے قابو میں رکھا جائے اور عقل جذبات کے اوپر حاکم رہے۔ غصہ پیدا ہوتا ہے، حرارت طبعی یا حمیت سے، اسے سرے سے فنا کر دینا ہر گز اسلام کو مقصود نہیں۔ مقصود صرف حدود کے اندر رکھنا ہے۔ غصہ مطلق صورت میں ہر گز ممنوع نہیں۔ نہ شرعاً معصیت نہ عقلاً مضر۔ بلکہ اگر حدود کے اندر رہے اور محل مناسب پر پیدا ہو تو عیب نہیں ہنر ہے۔ غصہ کے ضبط کر جانے کی فضیلتیں حدیث نبوی ﷺ میں بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ مثال کے لیے حدیث ملاحظہ ہو: "قدرت نفاذ کے باوجود جو شخص اپنے غصہ کو روک لے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلب امن اور ایمان سے لبریز کر دے گا"۔

العافین عن الناس یعنی لوگوں کے قصوروں اور خطاؤں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔ یہی نہیں کہ باوجود قدرت و استطاعت و خطا وار سے انتقام نہیں لیتے بلکہ اسے معاف بھی کر دیتے ہیں۔ یہ درجہ کاظمین الغیظ سے بلند تر ہے۔[۱۷] لگے ہاتھوں غصہ کے ضبط کرنے کی عظیم فضیلت پر ایک اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملاحظہ فرماتے چلیں: آدمی کوئی ایسا گھونٹ نہیں پیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محض رضائے الٰہی کے لیے پیے گئے غصے کے گھونٹ سے زیادہ افضل ہو۔[۱۸]

انسان اگر تھوڑا سا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ غصہ اور غیظ و غضب کی بے اعتدالی اور بے صبری صرف عام اخلاقی برائی ہی نہیں بلکہ کئی برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ بہت سے ظالمانہ کام انسان صرف غیظ و غضب اور غصہ میں کر بیٹھتا ہے اور بعد میں نادم و پشیمان ہوتا ہے۔ اس لیے مسلمان کو چاہئے کہ اپنے غصہ پر قابو رکھے اور بلاجواز غیظ و غضب کا اظہار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کی تعریف فرمائی ہے جو غصہ کے وقت لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں"۔[۱۹]

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک آدمی نے (جسے شاید زیادہ غصہ آتا تھا) کسی نصیحت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے دوبارہ سہ بارہ نصیحت کے لیے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کرو[۲۰]۔ بلاوجہ اور بلاجواز غصہ کرنے کے ایمانی وروحانی نقصان سے آگاہ

کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا": بے شک بلاوجہ غیظ وغضب انسان کے ایمان کو اسی طرح خراب کردیتاہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب (کڑوا) کردیتاہے"۔[۲۱]

سکون کی حالت میں معاف کردینا آسان ہے۔ انسان کی بردباری حوصلہ قوت برداشت اور عفوودرگزر کا امتحان اس وقت ہوتاہے جب غصے سے اس کا خون کھول رہا ہو۔ عربی زبان کی ایک ضرب المثل ہے:"بہادر آدمی وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے"۔[۲۲]

تحمل، بردباری، اعتدال پسندی اور حوصلہ کی تحسین فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے اشجع سے فرمایا":تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ کریم بھی پسند فرماتے ہیں۔ ایک حلم (متانت) اور دوسری وقار"۔[۲۳]

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب مدینہ منورہ پہنچا تو اشجع (منذر بن عائذ) کے سوا وفد میں شامل سارے لوگ فرط عقیدت میں اپنی سواریوں کو یوں ہی چھوڑ کر انہی کپڑوں میں دوڑ کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوگئے، جب کہ اشجع نے بڑے اطمینان وسکون سے پہلے اپنے سامان کو رکھا، سواری کے جانور کو باندھا، خوبصورت کپڑے پہنے، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متانت بھرے اس طرز عمل کی تحسین فرمائی۔

اعتدال پسندی، عفوو حلم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

ارباب سیر نے آپ ﷺ کے عفوو حلم کو دشمنوں سے درگزر اور ہر زیادتی کرنے والے اور ستانے والے سے حسن سلوک اور ان کے مظالم کو برداشت کرنے کے واقعات تحریر کیے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کا ارشاد گرامی ہے: آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، بجز اس کے کہ خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو، پس اس صورت میں آپ ﷺ سختی سے مواخذہ فرماتے تھے۔[۲۴] اہل طائف نے حضور صلی اللہ علےہ وسلم سے کیا سلوک کیا، مگر ۹ھ میں جب ان کا وفد مدینہ منورہ پہنچا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحن مسجد میں مہمان رکھا اور ان سے عزت وحرمت سے پیش آئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے ہمیشہ درپردہ دشمنوں کی حمایت کی۔ وہ واقعہ افک میں براہ راست ملوث تھا۔ بقول علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندویؒ: "دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی.... یہ باتیں انسانی صبر وتحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں، تاہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کے باوجود اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔"[۲۵]

بخاری[۲۶] میں لکھا ہے کہ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو معاف فرمایا بلکہ مرنے کے بعد اسے اپنی قمیض پہنائی اور ستّر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مفتی اعظم محمد شفیع لکھتے ہیں کہ کئی بار صحابہ کرامؓ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔[۲۷] ایک دن ایک بدو آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا، بدو بولا کہ میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دے۔ اس نے گستاخانہ جملے بھی کہے، آپ ﷺ نے اس کے اونٹوں پر جو اور کھجوریں لدوادیں اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔[۲۸] آپ ﷺ کا فرمان تھا:

"طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو بچھاڑ دے بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے"۔[۲۹]

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان قبیلے کے قحط دور کرنے کی خاطر ایک یہودی زید بن سعیہ سے اسّی دینار قرض لیا۔ چنانچہ اس سے قبیلے کو خوراک مہیا کر دی گئی۔ ادائیگی کے وقت سے پہلے ہی زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گستاخانہ انداز میں رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ اس کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی، مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے عمرؓ! تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے حسن ادا کی تلقین کرتے اور اسے حسن طلب کی" پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کے قرض کی فوری واپسی کا حکم دیا، بلکہ بیس صاع (تقریباً دو من) زیادہ کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ اس سلوک سے وہ مسلمان ہو گیا۔[۳۰]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی حلم واعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔ ایک سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے اشاعت اسلام کی کوشش کرتے رہے۔ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور توحید کا اعلان کیا۔ یہ اعلان سن کر کفار مکہ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت حارث بن ابی ہالہؓ حضور ﷺ کو چھڑوانے کے لیے آئے تو کفار نے حضرت حارث کو اتنی تلواریں ماریں کہ وہ شہید ہوگئے۔ یہ اسلام کی مدافعت کے لیے پہلی شہادت تھی۔ آپ ﷺ نے ہر ظلم پر اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔ اعلان نبوی کے بعد تین سال بڑی سختی اور آزمائش کے تھے۔ ابو جہل اور کفار مکہ کی کھلم کھلا مخالفت، مزاحمت، تضحیک اور سبّ و شتم کے باوجود آپ ﷺ نے اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔ ۵ھ نبوی ﷺ سے ۱۰ھ نبوی ﷺ تک یعنی حضرت ابو طالب کی وفات تک کفار مکہ نے تشدد کا مظاہرہ کیا۔ حضرت بلالؓ کو ان کا مالک امیہ دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹاتا، حضرت خباب بن الارتؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی نکل آتی، حضرت عمارؓ کو اتنا مارا جاتا کہ آپؓ بے ہوش

ہو جاتے۔ حضرت صہیبؓ پر ظلم، ابو فکیہؓ پر ظلم، مسلمان لونڈیوں لبینہؓ زنیرہؓ نہدیہؓ اور ام عبیسؓ پر بے پایاں ظلم، حضرت زبیرؓ، ابوذرؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ پر ظلم اور انتہاء پسندی تاریخ اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ظلم اور سختی کو برداشت کرتے اور اف تک نہ کرتے تھے، نہ کسی پر ہاتھ اُٹھاتے تھے۔

آپ ﷺ صحابہؓ کو بھی صبر اور اعتدال پسندی کی تلقین فرماتے اسی ظلم کی بناء پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا۔ نجاشی نے بے حد مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو پناہ دی۔ شعب ابی طالب کا واقعہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتدال پسندی اور تحمل کا عظیم واقعہ ہے۔ یہ محاصرہ تین سال تک رہا۔ بنی ہاشم درختوں کے پتے اور طلح گھاس کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور بچے بھوک سے تمام رات روتے تھے۔ محاصرہ کی قید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اتنے کمزور ہوگئے کہ کسی کی صورت نہیں پہچانی جاتی تھی، مگر سب نے کمال اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا۔ ابو طالب کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے صبر و تحمل اور اعتدال پسندی کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت خدیجہؓ بھی رخصت ہوئیں۔ اب آپ ﷺ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا، مگر آپ ﷺ ان مصیبتوں سے نہ گھبرائے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۰ھ نبوی سے ۱۳ نبوی تک مسلمانوں کے لیے انتہائی ابتلاء و مصیبت کا دور تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے صبر و اعتدال پسندی سے دین اسلام کی ترویج کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ﷺ طائف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو ان بدبختوں نے نہ صرف آپ ﷺ کا پیغام ٹھکرایا بلکہ شہر کے غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے اس قدر پتھر مارے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو کر زمین پر گر پڑے، آپ ﷺ کے خادم حضرت زیدؓ آپ ﷺ کو باغ میں لے گئے اور آپ ﷺ کے زخم دھوئے۔ آپ ﷺ نے پھر بھی بددعا نہ فرمائی، بلکہ فرمایا" :اے اللہ! تو ان لوگوں کو ہدایت دے۔ یہ نادان ہیں مجھ کو نہیں پہچانتے"۔

اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ راستے میں ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں مزدور بن کر کام کیا۔ آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کرکے مواخات کا نظام قائم کیا۔ یہ ایک بے مثال ایثار تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی کفار کی طرف سے ہر حملے کو برداشت کیا اور اپنے مشن میں ڈٹے رہے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق میں صعوبتوں پر اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا اور دلیرانہ مقابلہ کرتے رہے۔ یکم جنوری ۶۳۰ء مطابق ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ آپ ﷺ دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر، رواداری اور اعتدال پسندی کی ایک عظیم الشان روایت چھوڑی۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: اکیس سال کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مکے پر اچانک اسلامی فوج کا قبضہ

ہو گیا اور یہ جوہری بم سے بھی زیادہ بے بس کر دینے والا واقعہ تھا۔ سرور کائنات ﷺ نے فتح مکہ پر اہل شہر کو جمع کر کے کیا کہا تھا؟

"یعنی آج تم پر کوئی الزام باقی نہیں۔ جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے"۔[۳۱]

کاش کہ کوئی آئزن ہاور، کوئی سٹالن، کوئی میک آرتھر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کی توفیق پاتا اور محرومین کی آئندہ انتقامی جنگ کے امکان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر کے انسان کو امن و چین عطا کر سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ کے ذریعے مذہبی رواداری اور برداشت کا درس دیا: بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: "یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا۔"[۳۲] آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو ایک قومیت کی لڑی میں پرو دیا۔ بقول محمد حسین ہیکل: (حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۲۷۰)۔ معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔[۳۳]

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بین الاقوامی امن، رواداری اور اعتدال پسندی کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا": لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے ایسی ہی حرام ہیں، جیسا کہ تم آج کے دن اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔" "خبر دار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو"۔[۳۴]

الغرض آپ ﷺ کی تعلیمات میں مسلم امہ کی محرمات کی تعظیم، ان کے باہمی حقوق کا احترام اور ان پر رحمت اور شفقت کے بارے میں بے شمار ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آپ ﷺ انصاف کے سرچشمہ ہیں اور انسانی مساوات و اعتدال پسندی کا پیکر ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ حلم و بردباری کی تعلیم دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، جن سے آپ ﷺ کی اعتدال پسندی کا اعلیٰ نمونہ ملتا ہے۔ وحشیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین چچا حضرت حمزہؓ کو بڑی بے دردی سے قتل کیا تھا فتح مکہ کے موقع پر وہ مکہ سے بھاگ کر طائف چلا گیا۔ طائف کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رحمت عالم ﷺ کے دامن میں پناہ لی اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے صرف اتنا کہا": میرے سامنے نہ آیا کر، تمہیں دیکھ کر مجھے چچا کی یاد آتی ہے۔"[۳۵]

ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا سینہ مبارک چاک کیا تھا اور دل و جگر کے ٹکڑے کیے تھے فتح مکہ کے موقع پر نقاب پوش ہو کر آئی تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان نہ سکیں اور امان بھی مل جائے۔ حضور ﷺ نے پہچاننے کے باوجود اس کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کیا اور معاف فرما دیا۔

عکرمہ ابو جہل کے بیٹے تھے، فتح مکہ کے موقع پر یمن بھاگ گئے۔ ان کی زوجہ مسلمان ہو چکی تھیں، وہ یمن گئیں اور عکرمہ کو مسلمان کیا اور تسلی دی اور حضور ﷺ کے دربار اقدس میں لائیں۔ حضور ﷺ فرط مسرت سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے عکرمہؓ کی طرف بڑھے کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر چادر تک نہ تھی۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ کمال اعتدال پسندی اور عفو و درگزر کی عکاسی کرتے ہیں:

"اے ہجرت کرنے والے سوار! تمہارا آنا مبارک ہو"۔[۳۶]

فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ جو قریش کے سرداروں میں سے تھا، بھاگ کر جدہ پہنچا اور سمندر کے راستے یمن جانا چاہتا تھا اس نے عمیر بن وہب کو انعام کی لالچ دے کر حضور ﷺ کو قتل کرانا چاہا تھا۔ عمیر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے صفوان کے لیے امان کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطور امان کی نشانی عطا فرمایا۔ صفوان دربارِ رسالت میں عمیرؓ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ اسے چار ماہ کی مہلت ملی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس واقعہ سے بھی حضور ﷺ کے حلم، اعتدال پسندی اور عفو کی ایک روشن مثال ملتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہار بن اسود کو بھی معاف فرما دیا۔ جس نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مکہ سے مدینہ شریف ہجرت کے دوران اونٹ سے گرا کر سخت زخمی کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ بھی بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا، خود دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ کی احسانات اور حلم و عفو کے پیش نظر اقبال جرم کرتا ہوں۔ اس نے ایسے جرائم بھی کیے تھے جن کی وجہ سے فتح مکہ کے وقت اشتہاران قتل میں شامل کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے تمام تر جرائم اور اس کی زیادتیوں کو اعتدال پسندی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے اسے معاف فرما دیا۔ چنانچہ سہارؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

ابو سفیان اسلام کے دشمن تھے۔ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں ہوئیں، ان میں ان کا ہاتھ تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوئے۔ حضرت عباسؓ ان کو لے کر دربار رسالت مآب ﷺ میں لائے۔ حضور ﷺ ان سے شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے انہیں منع فرما دیا۔ حضور ﷺ نے ابو سفیان کے گھر کو امن و امان کا مقام قرار دے کر بے پایاں درگزر اور اعتدال پسندی کی ایک اور

روشن مثال قائم فرمادی۔ دنیا کے کسی اور فاتح سے اعتدال پسندی اور عفو کی ایسی مثالیں سامنے نہیں آسکتیں۔ تاریخ اسلام حضور اکرم ﷺ کی بے پایاں مروت اور برداشت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

فرقہ واریت.... انتہاء پسندی کی بدترین شکل

قرآن حکیم نے اتفاق اور اتحاد کا درس دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو اور آپس میں تفرقہ نہ کرنا"۔[۳۷]

مذہبی منافرت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے":اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں ہے حالانکہ یہ سب (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح وہ (مشرکین) جن کے پاس کوئی (آسمانی) علم ہی نہیں ہے انہوں نے بھی ان (اہل کتاب) جیسی باتیں شروع کردی"۔[۳۸]

رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ اتفاق اور اعتدال پسندی کا حکم دیا۔ صحیح مسلم میں ہے:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، دوسری اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو"۔[۳۹]

اشرف ظفر اپنی تالیف مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی، قرآن حکیم کی روشنی میں۔ صفحات ۱۲۔۰۳ پر رقم طراز ہے:

> "فرقہ بندی کے نتائج بھیانک ہیں۔ ان کی وجہ سے عناد، حسد، بغض، محکومی، محتاجی، خوف و حزن کا زہر ہلاہل اور عزت نفس کی تباہی، اصول پرستی کی بجائے شخصیت پرستی اور شخصیت پرستی میں بھی انتہا پرستی، نتیجتاً سرکشی، دلوں کی پژمردگی، دل گرفتاری اور پریشان حالی اور پریشان خیالی، یاس وناامیدی اور جنگ وجدال تک نوبت آجاتی ہے۔"

مسلمان فرقہ بندی کی وجہ سے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ شیعہ، سنی، حنفی، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث اور نقشبندی کہلانے لگ گئے۔ وطن عزیز میں فرقہ واریت کی آگ نے ہمیں پوری لپیٹ میں لے لیا ہے۔ سپاہ محمد اور سپاہ صحابہ کی محاذ آرائی اور متشدد رویہ ہماری معاشرتی اور مذہبی جڑوں کو کھوکھلا کررہا ہے۔

شجاعت ترمذی عارفی اپنی تصنیف فرقہ واریت: ایک تجزیہ کے صفحہ نمبر ۲۷ اور مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی تصنیف، مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ کے صفحہ نمبر ۱۲۴ پر فرقہ واریت کے مضر اثرات کا ذکر کرتے ہیں، الغرض فرقہ واریت انتہاء پسندی کی ایک بدترین شکل ہے۔[۴۰]

دہشت گردی.... دور جدید میں انتہاء پسندی کی بھیانک شکل

دہشت گردی دور جدید میں انتہاء پسندی کی ایک بھیانک اور خوفناک شکل ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی اور لا قانونیت زوروں پر ہے۔ انتہاء پسندی جب اقوام عالم میں بڑھ جائے تو پھر یہ دہشت گردی کی بدترین شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ یورپ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ماہرین عمرانیات اور اسکالرز نے اس اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، اور دور جدید میں اس کی قباحتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ آج انسانیت بربادی اور کشت وخون کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اخوت، اعتدال پسندی، باہمی ہمدردی اور محبت کا فقدان ہے۔ جان رچرڈ سے لے کر سٹیون ایزووِن تک سب مغربی اسکالرز نے دہشت گردی کو دور جدید کا المیہ کہا ہے اور اس کی وجہ انتہاء پسندی بتلائی ہے۔ اس موضوع پر گفتگو ان مغربی اسکالرز کی تصانیف کی روشنی میں کی گئی ہے۔

(1)Paul Wlkinson and A.M. Stewart, Contemporary Research on Terrorism. (2)Steven Anzovin, Terrorism. (3)Juliet Lodge, Terrorism a Challenge to the State. (4)Bard E.O. Neill, Insurgency & Terrorism. (5)A.R. Norton, Terrorism (Article) in Oxford Encyclopaedia of the Modern Islamic World. Vol. iv. (6)John L. Esposito, Islamic Threat: Myth or Reality.

وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دہشت گردی کے مسئلے کا بین الاقوامی طور پر حل تلاش کیا جائے، بین الاقوامی برادری اس مسئلے کی نزاکتوں اور اس کی ہولناکیوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ مثلاً سٹےون ایزووِن دہشت گردی کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۶ء تک دنیا کے ۱۱۷ ممالک دہشت گردی کا شکار ہوئے، مثلاً لاطینی امریکہ، مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ، شمالی امریکہ، جنوبی یورپ اور ایشیا۔ وہ رقمطراز ہے "Terrorism affects the world equally".(Steven Anzovin, Terrorism, p.11) امریکہ میں لا قانونیت اور جرائم کی صورت حال ملاحظہ ہو: (یہ اعداد و شمار ۱۹۹۵ء کے ہیں)۔ Crime (Rate Per 1,00,000)۔ کل جرائم: ۵۶۷۷ء۶۔ بھیانک جرائم: ۶۸۴ء۶۔ قتل: ۸ء۲۔ زنا بالجبر: ۱ء۳۷۔ سرقہ بالجبر: ۲۲۰ء۹۔[۴۱]

مغربی اسکالرز نے دہشت گردی کی مندرجہ ذیل اقسام گنوائی ہیں مثلاً: (۱) سیاسی دہشت گردی۔ (۲) مذہبی دہشت گردی۔ (۳) بین الاقوامی دہشت گردی۔ (۴) اقوام میں آزادی کی تحریکیں۔

پال ولکنسن اور اے ایم سٹیوارٹ نے تو مسلمانوں کے جہاد کو بھی دہشت گردی کا نام دیا ہے۔ یہ ان کا انتہائی متعصبانہ نظریہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔[۴۲]

انتہاءپسندی کا قومی و بین الاقوامی رجحان اور اس کا حل

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

سیرت طیبہ ﷺ اور تعلیمات نبوی ﷺ کی مدد سے ہم اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، معاشی، قومی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اس نظام رحمت میں ہماری فلاح، سلامتی اور ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ[۴۳] حضور ﷺ کی ان صفات کا ذکر کرتے ہیں: ۱۔ آپ ﷺ کا صبر و تحمل، ۲۔ ضبط نفس، ۳۔ اور بلند حوصلہ۔ انہی صفات میں اقوام کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت "الرحیق المختوم" کے صفحہ نمبر ۶۷۷ پر رقمطراز ہیں:

"بردباری، قوت برداشت کی قدرت پاکر درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تربیت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند کرداری کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی خودسری و زیادتی جس قدر بڑھتی گئی، آپ ﷺ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔" خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو سختی اور جبر سے منع کرتا ہے۔

اسلام اپنے دشمنوں کو بھی زبردستی مسلمان بنانے سے منع کرتا ہے

سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں ارشاد ہے کہ: لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّين "دین میں جبر نہیں"۔[۴۴]

چنانچہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کی اجازت نہیں۔ آپ ﷺ نے عبادات مثلاً روزہ، نماز، حج وغیرہ میں بھی تکالیف کو برداشت کرنے کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے تبلیغی مشن میں عقل و حکمت، موعظہ حسنہ، مجادلہ احسن، ذہنی انقلاب، قلبی تبدیلی، دلسوزی، عدم اکراہ اور نرم روی اور اعتدال پسندی جیسے اصولوں کو سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اقلیتوں کا خیال رکھا۔ مندرجہ ذیل مستشرقین نے بھی اسلام کی پالیسی اقلیتوں کے بارے میں پسند کی اور حضور اکرم ﷺ کی اقلیتوں کے بارے میں رواداری اور اعتدال پسندی کا رویہ سراہا مثلاً:

i) Thomas Patric Hughes, A Dictionary of Islam, (Article) Religious Toleration, p 684–85.

ii) Encylopaedia of Religion & Ethics, (Articles) Toleration by W.F. Adeney, p 360–365 Toleration (Muhammadan) by T.W. Amold.

iii) The Oxford Encylopaedia of the Modern Islamic World, Vol.iii, pp 108–113.

انتہاء پسندی کے مظاہر و نقصانات کا فلسفہ

انسان کی جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو اس وقت وہ جنون کی اقسام میں سے ایک قسم کا شکار ہوتا ہے اور اس انتہاء پسندی کے نتیجے میں اس سے ایسے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں۔ جن کا جسمانی، مالی، نقصان ساری زندگی بلکہ اس کے بعد بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ انتہاء پسندی کے مضرت رساں سات پہلو ہیں، جنہیں میں مختصر اشارات کی شکل میں واضح کیے دیتا ہوں۔

۱۔ پہلا یہ عدم برداشت کے نتیجے میں انسان دوسرے کو جسمانی، جانی یا مالی نقصان پہنچاتا ہے، تاکہ اپنے غصہ کی تسکین کر سکے۔ اسلام کسی بھی شخص کو بدلہ لے نے سے نہیں روکتا، لیکن خود بدلہ لینے کی بھی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اس سلسلے میں قاضی / جج کی ذمہ داری ہے وہ متاثرہ شخص کو بدلہ مالی، جسمانی، دلوائے، یہ اس لیے ہے کہ متاثرہ شخص جب خود بدلہ لے گا تو غصہ کی وجہ سے حد اعتدال سے باہر نکل جائے گا اور انصاف کا مقام مجروح ہو گا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ انتہاء پسندی کے نتیجہ میں انسان اگر مذکورہ شخص سے زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتا ہے تو وہ یہ غصہ کسی پر تشدد کر کے زائل کرتا ہے اور اس کے تشدد کا شکار ہونے والے چار طبقے ہوتے ہیں:

(الف)....ماتحت ملازمین:۔ ان کو برا بھلا کہتا ہے، مارتا پیٹتا ہے۔

(ب)....بچے:۔ استاد ہے تو بچوں پر تشدد کرتا ہے، ڈانٹتا ہے، اگر اپنے بچے ہیں تو بھی ان کے ساتھ مختلف نوعیتوں کی زیادتی کا ارتکاب کرتا ہے۔

(ج).... خواتین:۔ کوئی نہ ملے تو بیویوں پر یہ غصہ کبھی تشدد کی صورت میں، کبھی گالیوں کی صورت میں اور کبھی باورچی خانے میں جلا کر نکالا جاتا ہے۔

(د).... بوڑھے:۔ کبھی انتہاء پسندی کا شکار اپنے بزرگ ہی بنتے ہیں۔

۳۔ تیسری یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی مذہبی اختلاف کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ رد عمل میں انسان مشتعل ہو کر مخالف کو آخری درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اسے فاسق سے کافر جاہل سے واجب القتل تک قرار دے دیتا ہے۔

۴۔ چوتھی یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی عصر حاضر کی سیاست سے وجود میں آتی ہے اور مخالف کی کسی بات یا وابستگی سے برُافروختہ ہو کر اس کے جسمانی یا مالی نقصان کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج کے مروجہ نعرے اسی انتہاء پسندی کا شکار ہیں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی عزت و آبرو کے پامال ہونے کی وجہ ہوتی ہے۔ اور انسان مخالف کی زیادتی کا جواب خود اس مخالف کو دینے یا دلوانے کے بجائے اس کی ماں، بہن، بیٹی کو دیتا ہے۔

۶۔ چھٹی یہ کہ اگر پست ہمت ہو تو اس انتہاء پسندی کے نتیجے میں خودکشی کر لیتا ہے اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتا ہے۔ چونکہ "انتہاء پسندی" کے نتیجے میں مندرجہ بالا حرام افعال اور ظلم سرزد ہوتا ہے اس لیے اسلام نے اعتدال پسندی کا حکم دیا ہے۔

علماء اور صفت اعتدال پسندی:

اعتدال پسندی علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے: العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس امت محمدیہ کی تاقیام قیامت رہنمائی و اصلاح علماء کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ علماء میں یہ صفت و خوبی ناپید ہوتی جارہی ہے۔ مسلمان مسلمان کو، ایک مکتبہ فکر دوسرے مکتبہ فکر کو، ایک عالم دوسرے عالم کو برداشت کرنے پر تیار نہیں۔ اس انار کی کے نتیجہ میں آج تک علماء متحد نہ ہوسکے اور اس ملک میں اسلام کا نفاذ نہ ہوسکا۔ معاشرہ بد سے بدتر ہوتا جارہا ہے، ہندوستان کے ایک مشہور عالم دین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے ایک مخالف عالم نازیبا الفاظ میں خطوط لکھا کرتے تھے۔ جب مولانا گنگوہی آخری زمانے میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تو ایک دفعہ اپنے خادم خاص سے فرمایا کہ کافی دنوں سے میرے دوست کا خط نہیں آیا کیا وجہ ہے؟ حالانکہ خطوط ان کے آتے تھے، مگر ان خطوط کو جو ان کی جانب سے آتے تھے خادم پڑھ کر اس لیے نہیں سناتے تھے کہ ان خطوط میں صرف مغلظات کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس کے باوجود کوئی کام کی بات بھی ہو سکتی ہے۔ جو میری اصلاح کا باعث بنے۔ اسی طرح برصغیر کے ایک اور بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے:

حضرت تھانویؒ کی عالی حواصلگی ہی کا نتیجہ تھا کہ دشمنوں کی گالیاں سنتے رہے، مگر کبھی ایک جملہ ان کے خلاف لکھنا گوارہ نہیں تھا۔ ہندوستان کے ایک عالم کے ماننے والوں اور خود انہوں نے بھی بہت کچھ مولانا کے خلاف لکھا، اذیتیں دیں، مگر وہ اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے رہے۔

خود لکھتے ہیں: "میں اپنے مخالفین کے جذبات پر بھی رعایت کرتا ہوں، ان پر نیک نیتی کا بھی احتمال رکھتا ہوں، اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں، ان مولانا کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی، کافر، خبیث، ملعون خود بنتا رہتا ہوں۔" اسے کہتے ہیں سنجیدگی اور عالی ظرفی، نفس مسئلہ کی تحقیق تو ضروری ہے، مگر کسی کی ذات کو نشانہ طعن و تشنیع بنانا، یہ کوئی اچھا کام نہیں۔ اور ایک ہمارا یہ زمانہ ہے، کہ بیٹا نہ باپ سے اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے، اور نہ

شاگرد استاد سے، کوئی ایک کہتا ہے تو دس سنتا ہے، تہذیب و شائستگی، متانت و سنجیدگی کا نام و نشان مٹتا جارہا ہے۔ حضرت تھانویؒ دوسروں کی تنقید و تنقیص سے گھبراتے نہیں تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ممکن ہے تنقید کرنے والے کی نیت امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی ہو، اور اگر اس کی نیت ناحق رنج دینے کی ہو، تو اس نے اپنی عاقبت خراب کی، ہم کو صبر کا ثواب ملا، اور اسی کے ساتھ فرمایا کرتے:

> "نیز ایسے واقعات سے بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر کر کے اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم معتقدین کی عنایت سے جو عجب و کبر پیدا ہو گیا تھا، یا پیدا ہو سکتا تھا، اس سے ازالہ یا انسداد ہو جاتا ہے۔"

دیکھ رہے ہیں حکیم الامت کے فہم کا عالم کہ کتنا اونچا سوچا کرتے تھے، اور دشمنوں کے تیر و نشتر کو اپنے لیے کس طرح کارآمد ثابت کرتے تھے۔ یہ تھی عالمی اور مصلحانہ شان، برا ماننے اور برا کہنے کا آخر حاصل ہوتا بھی کیا، اس طریق کار میں کتنی بدگمانیوں سے نجات مل گئی اور کتنی نیکیاں حصے میں آگئی۔ ایک ہمارا یہ دور ہے، کہ اچھی چیزوں کے بھی لوگ برے عمل تلاش کرتے ہیں، اور اپنے بہی خواہ اور دوستوں کی نیتوں پر حملے سے اجتناب نہیں کرتے اور پھر اسے بنیاد بنا کر وہ وہ صلواتیں سناتے ہیں کہ الامان والحفیظ، نہ تہذیب و تمدن کا لحاظ ہوتا ہے اور نہ علمی و قار کا۔[۴۵]

اعتدال پسندی کی اہمیت:

اعتدال پسندی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی خصوصی تعلیم دی گئی ہے اور مسلمانوں کی صفت بتائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:"مسلمان مرد و خواتین کی صفت یہ ہے۔ وہ غصہ برداشت کرتے ہیں اور (لوگوں کی زیادتیوں) سے درگزر کرتے ہیں"۔[۴۶]

دوسری جگہ فرمایا: "اگر کوئی برا سلوک کرے تو تم اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو پھر تمہارے اور اس کے درمیان جو دشمنی ہو گی وہ خود بخود ختم ہو جائے گی"۔[۴۷]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔[۴۸] ایک صحابیؓ نے کہا مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لا تغضب غصہ مت کر[۴۹] وجہ یہ ہے کہ انتہا پسندی بہت سی برائیوں اور فتنوں کا سبب ہے۔

اعتدال پسندی کی صفت پیدا کرنے کا طریقہ:

انسان کا ماحول یا اس کی تربیت اسے غیر متوازن بنا دیتی ہے۔ اسلام انسان کی شخصیت میں ایک توازن قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اسے اصلاح کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "جب تم میں سے کوئی عدم برداشت و غصہ کا شکار ہو تو کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اس طرح اس کا غصہ قابو میں آ جائے گا"۔ [۵۰]

انسان اعتدال پسندی ضرور کرتا ہے لیکن کبھی مجبوری سے ' کبھی بے بسی سے ' باپ اولاد کی نافرمانیوں کو ' عوام حکمران کے ظلم کو لیکن اپنے دشمن اور خون کے پیاسوں بلکہ خونیوں کو اعتدال پسندی اختیار کرنا صفت پیغمبری ہے۔

تجاویز

انتہاء پسندی اور تشدد روکنے کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر حسب ذیل اقدامات فوری طور پر ضروری ہیں۔

۱۔ مسلمان زیادہ سے زیادہ حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کا جس میں عفو و درگزر اور برداشت و حلم کا تذکرہ ہے، مطالعہ کریں بلکہ تعلیمی نصاب میں اس قسم کے پہلو کو نمایاں مقام دیں۔

۲۔ بین الاقوامی سطح پر سیمینار کروائیں اور غیر مسلم ممالک سے زیادہ سے زیادہ روابط بڑھائیں تاکہ غیر مسلم دنیا تعصب کے خول سے باہر نکلے۔

۳۔ انتہا پسندی کا مسئلہ آج بلاشبہ بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے، اس کے لیے بین الاقوامی سطح پر کانفرنس کروائی جائیں۔ بالخصوص اس میں محققین کو مدعو کر کے انتہاء پسندی دہشت گردی اور جہاد کے درمیان فرق واضح کر کے انتہا پسندی کے محرکات پر بحث کریں۔

۴۔ حکومت پاکستان اور تمام مسلم ممالک مختلف ممالک اور مذاہب کے علماء اور دانشوروں کے درمیان رابطے کروائے تاکہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا جو منفی رجحان پایا جاتا ہے۔ اس پر قابو پایا جا سکے۔

۵۔ انتہا پسندی اور تشدد کے پس منظر میں اقتصادی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں، لہٰذا مسلم امہ اپنی اقتصادی حالت سودی نظام سے بچتے ہوئے بہتر بنائے، بالخصوص سائنس کے شعبہ کی طرف از حد توجہ دیں۔

۶۔ انتہا پسندی روکنے کے لیے علماء دین اسوہ حسنہ کی روشنی میں فرقہ واریت کو روکنے کی کوشش کریں، چنانچہ علماء کی اہم ذمہ داریوں میں یہ پہلو نمایاں مقام رکھتا ہے۔

۷۔ اس کی روک تھام کے لیے سیاسی کوششوں کے علاوہ عوام کے مسائل کی طرف بھی پوری توجہ دیں، ہمارے ملک میں اس کا بڑا فقدان ہے، اس لیے انتہا پسندی اور جرائم روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔

۸۔ بالخصوص بڑے ممالک کو قوت برداشت کا زیادہ مظاہرہ کرنا چاہئے۔ آج ان بڑے ممالک کی وجہ سے مسئلہ کشمیر، فلسطین، افغانستان، برما اور شام، عراق کے مسائل ہنوز حل نہیں ہو پا رہے ہیں۔

مراجع وحواشی

۱۔ (الف) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف فی حقوق المصطفی، ج ۱: ص ۱۳۱ مطبع مصر

(ب) امام راغب اصفہانی، "المفردات فی غریب القرآن، تحت مادہ حلب، ص: ۱۲۹ طبع مصر

)ج) لغت کی دوسری کتابیں مثلاً لسان العرب، القاموس، محیط اور منجد وغیرہ تحت مادہ حلم

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ولی الدین تبریزی مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء وحسن الخلق وباب الغضب والکبر قدیمی کتب خانہ کراچی

(ب) حجۃ الاسلام، ابوحامد محمد غزالی: احیاء علوم الدین: ۳: ۲۱۸۳ تا ۲۲۲، ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷ء دارالاشاعت کراچی

(ج) ابن ابی الدنیا: مکارم الاخلاق مع مکارم الاخلاق للطبرانی، ص: ۲۶ تا ۳۳، نیز ص: ۳۲۰ تا ۳۲۲ طبع بیروت لبنان ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۳۔ (الف) ابوالحسین، مسلم بن حجاج، القشیری النیسابوری، صحیح مسلم (باب فضل الرفق) ج: ۲، ص: ۳۲۲، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ب) مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، ج ۱، ص ۴۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی

(ج) ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی ریاض الصالحین (باب الحلم والاناۃ والرفق) ص: ۲۸۴ تا ۲۸۶، طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۴۔ مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء وحسن الخلق۔ ج ۲، ص ۴۳۰ قدیمی کتب خانہ کراچی

۵۔ مشکوۃ المصابیح (باب الامانۃ) ص: ۱۰۰ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۶۔ الکاسانی، بدائع الصنائع (مترجم) ج: ۱ ص: ۵۱۳، طبع مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۷۔ سورۃ التوبۃ۔ ۲۸

۸۔ ابوبکر جصاص رازی، احکام القرآن ۳: ۹۵ طبع مصر

۹۔ ایضاً

۱۰۔ سورۃ النساء۔ ۹۴

۱۱۔ (الف) علامہ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق ۵: ۱۲۴، طبع دار الکتب العربیہ، بیروت

(ب) ملا علی قاری حنفی، شرح فقہ اکبر، ص: ۱۹۹، طبع مجتبائی دہلی

(ج) امام عبدالوہاب شعرانی، الطبقات الکبری، ص ۱۳، (مقدمہ) طبع مصر

۱۲۔ سورۃ الانعام۔ ۱۳

۱۳۔ سورۃ الاعراف۔ ۱۹۹ تا ۲۰۰

۱۴۔ (الف) ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) مکارم الاخلاق ص ۳۲ طبع بیروت لبنان ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹

۱۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) ابن ابی الدنیا، مکارم الاخلاق، ص ۲۶ تا ۲۷ طبع بیروت، دار الصادر

(ب) ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری مستدرک حاکم، ۲:۱۸ا ھ طبع حیدر آباد دکن، ۱۳۴۲ھ

(ج) حجۃ الاسلام، ابو حامد محمد غزالی، احیاء علوم الدین ۳:۱۸ا۔ ۲۲۲ موسستہ الحلبی القاہرہ ۱۳۸۷ھ۔ ۱۹۶۷

۱۶۔ سورۃ آل عمران۔ ۱۳۴

۱۷۔ دریا آبادی، عبد الماجد، تفسیر ماجدی، ج ا ص ۱۵۵ (تحت آیت) مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، ۱۹۵۶

۱۸۔ مشکوۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ج ۲، ص ۴۳۴، قدیمی کتب خانہ کراچی

۱۹۔ سورۃ الشوریٰ۔ ۳۷

۲۰۔ (الف) محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری (کتاب الادب باب الحذر من الغضب) ج ۲ ص ۹۰۳، طبع بیروت دار صادر

(ب) محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی، سنن ترمذی (ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی کثرۃ الغضب) ص ۲۹۶ نور محمد اصح المطابع، قدیمی کتب خانہ کراچی

(ج) مشکوۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ج ۲، ص ۴۳۴، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۱۔ مشکوۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ج ۲، ص ۴۳۳، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۲۔ (الف) صحیح مسلم (کتاب الادب باب الحذر من الغضب) ج ۲، ص ۲۹۶، طبع بیروت دار صادر

(ب) صحیح مسلم (کتاب البر والصلۃ والادب باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب) ج ۲ ص ۳۲۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب من کظم غیظا) ج ۲ ص ۶۵۹، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۳۔ (الف) ابو محمد محی الدین حسین مشکوۃ المصابیح (باب الحذر والتانی فی الامور) ص ۴۲۹، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

(ب) مکارم الاخلاق للطبرانی (مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا) ص ۳۲۲، طبع بیروت لبنان

(ج) ابوزکریا یحیٰ ابن شرف النوی ریاض الصالحین (باب الحلم والاناۃ الرفق) ص ۲۷۴ طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۲۴۔ بخاری ج ا، ص ۳۹۵، طبع بیروت دار صادر

۲۵۔ علامہ شبلی نعمانی، ندوی سید سلیمان سیرت النبی ﷺ حصہ دوم ص ۲۱۱۔ دارالاشاعت کراچی

۲۶۔ بخاری کتاب الجنائز، ج ا، ص ۳۴۳، طبع بیروت دار صادر

۲۷۔ محمد شفیع، معارف القران، بذیل سورۃ المنافقون، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

۲۸۔ علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، حصہ دوم ص ۲۱۳، دارالاشاعت کراچی

۲۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۰۱۴، طبع بیروت دار صادر

۳۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۹، ص ۱۲۹، جامعہ پنجاب۔ لاہور

۳۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۳۲۶، نگارشات مزنگ لاہور، ۱۸ مارچ ۲۰۱۶

۳۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۷۵، اردو اکیڈمی سندھ کراچی

۳۳۔ حیات محمد ﷺ ص ۲۷۰ حسین ہیکل لاہور ثقافت اسلامیہ

۳۴۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ج ا ۳۰ ص ۳۰۵، دار الشاعت کراچی

۳۵۔ بخاری، قتل حمزہ، تفصیل کے لیے سیرت النبی ﷺ ج ۲ ص ۲۱۴، طبع دار صادر، بیروت

۳۶۔ مشکوۃ: کتاب الادب، نیز سیرت النبی ﷺ ج ۲ ص ۲۱۵، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۷۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳

۳۸۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۳

۳۹۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ ج ا ص ۴۶۲، مکتبہ قدوسیہ لاہور

۴۰۔ Noel O"sullivan, Terrorisrm, Ideology and revolution,p22